

تتلی

ایم اے راحت

رے لوگ بہت اچھے ہیں۔“ ”میں خود بھی اسی فکر سے
ری خالہ سے کیا کہوں؟“ ”ایک بار پھر ان لوگوں کو
نہا چاہتا“ ”ایک خوف ہے۔“ ”کیا؟“ ”پاکیزہ جو
ان باتوں کو دلتا ہے، اولاد سے وہ ہماری، چاہو تو
بات کی اور طے یہ ہوا کر گئے اتوار کو عظیم احمد ایک
سبک نہیں ہو چھا تھا کہ وہ لوگ کس مقصد کے لئے
آئے اور لڑکیوں کا خیال تھا کہ وہ ایک عجیب و غریب
قد تھی لیکن ظفر کی موت رنگ لائی۔ ہر طرح کے لڑکے
جس نے یہ بات نہیں سنی تھی اس نے یہی کہی تھی
سیدھے کان کے پسٹل کے پاس جا پہنچے۔“ ”میرا
آپ کو لوگوں نے تو اسے ایک عام جادوگر قرار دے
ہوں۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ ظفر کو قاتلہ جو جمیل
سب لوگ اس حادثے کے ذمے دار ہیں۔“ ”مقتلاً
کے کسی طرف سے منتقل نہیں کی گئی تھی۔ اس میں کافی

ہے۔ ہاں اس کا سرور ہو
سے بڑی بات۔۔۔

کچھ۔ میں آپ سے



ہے،
مجھے
ہے
ہے

نظر کو اس کا کہیں جھل میں کودنے پر مجبور کرو یا تھا۔ اس کے شواہد اور تحریری بیانات بھی مل گئے ہیں۔ آپ اگر یہ بیانات دیکھنا سے پہلے کو دیکھا اور بولی۔ ”سر صرف ایک عرض کروں گی، کسی نے جو کچھ بھی کیا خدا جانے کیا نہ کیا۔ میں بھلائی کی جا کر تو قصور ہی نہ زبان داؤد یا کوئی جرم ہو سکتا ہے۔ سر آپ لوگ نزاد کی کر رہے ہیں، میں جیسا آپ ہم دیکھیں گے میں ایسا ہی ہوں۔“ منتیں سر! میں نہیں کروں گی، جب جانی ہی ہوں اس کا گھ سے تو قصور یا باتوں میں کیوں ہوں۔ کیا آپ ہاں یا نہیں بھول جائیے۔ آپ کیا میرا خیال ہے کوئی مجھ سے اس کا نقد پر دو خط نہیں کر سکتا، البتہ میں آپ سے جوابی میں کچھ کہنے کی خواہش ہوتی کہ یاد دہانے لوگوں کے سامنے بتائی جاسکتی ہے۔“ ”پہلے میں وہاں موجود تھا مگر اب وہاں کو باہر بھیج دیا۔ کیا کروں؟ میں نہیں چاہا جائے بے درود ہوئے ہیں۔“ ”آپ کیا کہنا چاہتی ہیں میں کیا کہوں؟“ ”آپ آج تک آپ کے سامنے اولیاء میں محسوس کرتی ہوں، نہ سفا، نہ دلچسپ، نہ البتہ سنا سنی کا نام نہ آپ نے۔“ ”یونان کی دیوی، کیو پید کی محبوبہ۔“ ”ہاں ہوں، دل کی بات آپ سے کہہ کر جاری ہوں، میں مجھے کالج چھوڑنے کا انشوں نہیں ہے لیکن آپ سے درود ہونے کا ایک شخصیت ہے آپ کی اور میں جانتی ہوں کہ آپ کیا ہیں اور میں جانتی ہوں، سر آپ مجھ کو سر کچھ میری زندگی کا مگر ہونے کے باہر کھلی۔“ ”پہلے صاحب جرت سے منہ چھڑا لے اسے دیکھنے رہے۔“ ”خط لکھ کر نام کو دے دو، دیکھیں گے۔“ ”میں نے اس کا جواب دیا۔“ ”میں نے اس کا جواب دیا۔“

لڑکے لڑکیاں یاد کر کے بتانے لگے۔ مجھے یوں لگا کہ جیسا کہ ہم میرا خیال سے
کریا گیا۔ پرنس صاحب نے یوزد بٹھا کر میٹنگ کی تقریر
اور ذرا واروگوں نے سنی کہ تھا کہ کم از کم کاغذ کاغذ
طلب کر گیا کیا۔ ”مس! یکیزہ آپ پرائیوٹ سے آپ کا
کوکاچ سے نکالا جا رہا ہے۔“ یکیزہ نے زنجبکی کہا۔
میں نے فکری سے پانی میں کوئٹے کے لئے کچھ بھی دیا
پر پھوٹ کر دیکھتے۔ ”پرنس نے ایک کاغذ اس کی طرف
فرزاد آپ کو پکڑ کر لیا۔“ ”سرا کوئی بات تھی نہیں؟“
کے دیے ہوئے ہیں، آپ نے مجھ کو رہا ہے اور ہوتا سکی
کی لڑکے لڑکیاں کہتے ہیں۔ میں اپنے آپ کو کوئٹے
سے سے سوال کر رہی ہو یا پکڑ۔“ نہیں سر، سعادت
نے بھی آئیے میں اپنے آپ پر غور کیا۔ ایک واقعہ
رکھے رکھوں گے بعد اس کے وہ قلم سے قلم پر
ماک تھیں پکڑ کے الفاظ، اس کے تاثرات نے
ایک دھماکا کر کے کئی قلمی اور پرنس صاحب سوچ رہے
سوچ سکتا، ہونے۔ انہوں نے سر کو ہٹا کر میٹنگ پر
طرکی کی ہوئی گھبراہٹ تھی، یہاں اس کا خوش کالو
اور خاص طور سے یکیزہ کے دیے ہوئے تھے اور
ماموں نے خوب پکارا کیا اور سچے سچے کہنے لگے
ہے۔ ”آپ ہی کی ہے بھائی جان، ماموں نے کیا ضرور
زبان ایک ہوئی ہے، سوچ لیتے۔“ کیا مطلب؟“
میدان چھوڑ کر، یہ ہے اس دور کی، نائین جناب میں
رہے ہیں شاید۔ ”کوئٹے الفاظ کو“ چلے اس سے
تھے۔ آخر کا ماموں نے یکیزہ کو سنے لڑکے پرنس صاحب
کہا۔ ”کیا قصہ ہے، کچھ سمجھتے تھے تو کچھ یاد آئے۔“
اشتعال الدین نے کہا۔ ”یہ سارا نام تو اچھے کردار اور
جو کچھ کمبری ہو جاتا ہے۔“ ہاشم احمد نے فضا بن کر
پوچھا۔ ”کی ماموں۔“ ”دونوں کو دلچسپ کیا۔ کیا سمجھا
”کچھ اور سوچو ہاشم احمد، لوگ دیکھتے ہوئے ہیں، بیٹن
ان کا گھر دود۔“ ”اس وقت آپ کی آمد میرے
نہیں نکالنا چاہتا۔“ ہاشم احمد نے کہا اور پھر انہوں نے
واقعات ایسے ہو چکے ہیں جن میں ہاشم احمد نے
سوچ رہا تھا کہ اس سے تو بہتر ہے کہ یکیزہ کو کاغذ سے
”تم میں بہتر ہے۔“

”ہاں۔ ان حالات میں تو سوچنا چاہتا ہے بلکہ یہ
ہاں کیسے کہہ دوں۔“ ”نہیں۔۔۔ پوچھیں ضرور پوچھیں
سنجبال لیں گے۔“ ”ہاں ہاں کیوں نہیں۔“ ماموں
ماموں، کاغذ پر پکڑ کر کیا جانے۔ مجھے بتانا چاہتا کہ
خود اس کا اندازہ ہے۔“ ”مجھے شکایت ہے، ماموں
کے بال چھٹ رہے ہیں، کچھ بابت خاتون نے عمر
آپ کی توقع کے برعکس نہیں۔“ ”میں بھی کچھ جانتی ہو
ہے۔“ ”کچھ کرنے کے لئے فضول قسم کے خوں تو توڑ
تھے۔“ ”کی نہیں، مجھے نہیں معلوم۔۔۔ وہ۔۔۔ کچھ کنو
ہیٹے ہوئے تھے۔“ ”سعد یہ بیگنہ نہ کہا۔“ ”جی ہاں۔۔۔
لئے آئے تھے۔“ ”کس کے شے کے لئے؟“ ”جی نہیں۔۔۔
پہن سے کہا۔“ ”پھر خفاقی۔“ ”میں، پھر کیا کروں، ہش
ہیں۔ تم سے پوچھتے بغیر انہوں نے انہیں جواب نہیں
توں۔“ ”یکیزہ نے نظریے نظر میں اشتعال الدین کو دیکھ
ہو۔“

..... اس نے سو

[illegible]

(جاری ہے)

آزاد خیال انسان تھے، مہلی تھیکہ کو تاج بے انتقل ہوا تھا۔ اس کے بعد دوسری شاہی کی اس باتیکہ سے زیادہ عرصے نہیں بن سکی تو تیسری شاہی کی لیکن ان کی زندگی کی کوئی ترقی نہ مل سکی۔ ہندوستان بھی مگر عوام پر نہیں آتی۔ اپنی بات کے پاسی جواز توڑی کہ انہاں اکثر مگر عوام پر آتی تھی۔ اور یہی حقیقت ہے کہ ملک کی سیاست اور حکومتوں کی تبدیلی میں وہ پیش پیش نظر آتے تھے۔ اساتی بڑی شخصیت کی نگاہ کو معمولی گھرانے پر ہوجانے تو بہت بڑی بات تھی۔ اشتیاق الدین اور شمشیر احمد خاں انہیں اپنے خاص آدمیوں میں گنراتے تھے۔ اس بات کے بھی ساتھ یہ سلوک کرتے ہوں۔ ویسے بھی پاکیزگی شخصیت میں ایسا کیسے لکھی تھی کہ منفرد مقام حاصل ہوا تھا۔ جس کے بارے میں اشتیاق الدین بخوبی جانتے تھے۔ شمشیر احمد خاں نے اپنے بیٹے کے لئے پاکیزہ کا انتخاب کر لیا ہے تو کہیں یہ کوئی بڑے۔ بے شک انکیشن کا دور تھا۔ وہ خود اور شمشیر احمد خاں بھی بے پناہ مصروف بھی دایا تھا۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ احمدیہ پرخاں کو پاکیزہ سے ملانا چاہتے ہوں۔ بہت غور و خوض کے بعد انہوں نے سعدیہ بیگم سے کہا۔ ”نہیں اگر میری خاں خلیلہ علاء الدین سے تو میری سبکی ہوگی جو میں نہیں چاہتا۔ میری خاں خلیلہ سے کچھ نہیں کہیں گے۔ تب تک خاموشی اختیار کرنا ہوگی، ظاہر ہے خود تم کو کچھ کہیں سکتے۔“ ”ٹھیک ہے، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ سعدیہ بیگم نے شوہر سے اتفاق کیا تھا۔ پھر چند ہی روز کے اندر اندر انکیشن کے ہنگامے بہت زیادہ بڑھ گئے اور اشتیاق الدین کی سخت مصروف ہو گئے۔ اس بار انہیں جو کچھ کرنا پڑا وہ قاعدہ پبلے کے کاموں سے بہت مختلف تھا۔ ان کے سامنے رانا جاوید کے کام میں مصروف ہو گئے تھے، اشتیاق الدین انہیں باقاعدہ مدد دے رہے تھے۔ ایسی باتیں سنچھی کہاں ہیں۔ اخبارات حاشیہ رانی کرنے لگے۔ اس بات پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ جیسے شمشیر احمد خاں کے قدموں سے قدم ملا کر پھلے والے اشتیاق الدین کا پار شمشیر احمد خاں سے کچھ سمجھے نظر آتے ہیں اور ہیں لگتے ہیں جیسے ان کا چھکڑا رانا جاوید کی طرف ہو۔ خود رانا خاں بھی اب یہی اظہار کر رہے تھے۔ شمشیر احمد خاں سے کہا۔ ”خالص صاحب، یہ اشتیاق الدین کو کیا ہو گیا، تمھان کے دورے تو کچھ بدلے بدلے نظر آتے ہیں۔“ ”اے خدا! انسان کا اپنا سہا ہے، تمھیں اس کی گمن پر پھجوری تو نہیں کر سکتے۔“ ”نہیں وہ تو آپ کے شاندار پر پھلے والے شخص ہیں۔“ آج کل کی کسی کے شاندار پر پھنچ چلا، صاحب اپنے اپنے غمخوارات دیکھتے ہیں۔ ”تمھاری دیکھو، ان کے قدم سے تم سے کام لیں گی۔ کچھ دیشیں اور وہ خود کو دیکھ سکتے۔“ ”لے کر تھا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ اس کی پیشانی دیشیں تھیں۔“ بڑوہ بھی کوئی بویہ کی خدمت کا ایک حصہ ہے کہ جب کسی کے پاس ان کا تھکے تو اس سے مشاورہ کریں اور کوشش بھی کرتا ہوں کہ اس کا ذکر وہ کر دیا جائے۔ تم سے مفدوری کا اظہار کرو، یا میں خاموش ہو گیا۔“ ”مگر خاں صاحب،“ رائے محمود کے ہی بڑوہوں نے کسی کے لئے دیشیں میرے کو سفر و دست کی تھیں اور میرے سر سرنے نہیں انہیں اپنے بیٹے کے نام کر دیا تھا۔ وہ میری نہیں میرے سالے کی ملکیت تھیں، میں انہیں کسی.....“ ”اااں چھوڑ دو رانا! افتخار کسی کی بات رکھنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ جتنی قیمت میں وہ دیشیں تمہارا سالے کے باپ کے باپ نے خریدی ہوگی کی تم وہ قیمت ادا کر کے وہ دیشیں رائے محمود سے لے سکتے تھے مگر بھائی کون کسی کے لئے کچھ کرے۔“ ”خیر تم اشتیاق الدین کی بات کر رہے تھے۔ تاؤ نہیں یہ مثال دی کہ آج کل کون کسی

[illegible][illegible][illegible][illegible]

☆ ☆ ☆
 احمد یار خاں کا دل تو نہ جانے کیا کیا جا رہا تھا، لیکن دل کی باتیں دل میں رہ گئیں۔ دو دو اپنی امر کا بیج بھینچ گیا۔ ضروری امور نمٹانے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شمشیر احمد خاں کو ایک خط لکھا، جس میں اس نے لکھا: ”پاپا..... میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

